عالمگیریت اور اردو رسم الخط

ڈاکٹر محمد امجد عابد *
Dr. Muhammad Amjad Abid

Abstract:
"Globalization has not only affected our social values but languages too. It has left impact on Urdu formation and lexicography by making the Electronic Media as the most important cause. The rapid refashioning in the structure of international languages reflected that there shall be the development of an international language under which global literature shall flourish. The researcher has explored the effects of the globalization on Urdu language in general as well as on its lexicography, grammar and terminologies."

Key words: عالمگیریت، رسم الخط، اسپرانتو، صرف ونحو، اصطلاحات، گلوبل ہٹ

عالمگیریت کے زیر اثر جہاں ہماری روایتی معاشرتی اقدار میں اہم اور بنیادی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں وہاں زبان پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اردو زبان جس کی تعمیر میں کئی زبانوں کا کردار رہا ہے اس تبدیلی کو زیادہ گہرائی سے محسوس کرتی نظر آتی ہے۔ اگرچہ یہ عمل دنیا کی تمام زبانوں میں جاری ہے اور دھیرے دھیرے ہم ایک عالمگیر زبان کی طرف پیش رفت کر رہے ہیں تاہم اردو زبان نے نہ صرف بیرونی طور پر اس تبدیلی کو قبول کیا ہے بلکہ اندرونی طور پر بھی اس کی ماہیت تبدیلی کی طرف مائل ہے۔ چنانچہ عالمگیریت نے اردو کی ظاہری ہیئت کو منقلب کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے رسم الخط کی تقلیب میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ ہماری آج کی اردو زبان تیس چالیس سال پہلے کی اردو زبان سے بڑی حد تک تبدیل شدہ نظر آتی ہے۔ اس کی فوری وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں بیرونی ممالک سے آنے والی اشیاء کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے اور ہم زندگی کے ہر شعبے میں انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اکثر اشیاء جن میں خصوصیت سے الیکٹرانک اشیا شامل ہیں، ان کے ساتھ معلوماتی کتابچے انگریزی، فرانسیسی اور عربی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی تحریر کیے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان اشیا کے استعمال کے طریق کار کو ہم براہِ راست

☆ شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

اردو زبان میں جان لیتے ہیں۔ اسی طرح موبائل فون کے بڑھتے ہوئے استعمال نے ہمارے طرز زندگی کو ایک نئے ڈھب پر ڈال دیا ہے۔ یوں تو موبائل میں اردو پروگرام بھی شامل (Insert) کیے ہوتے ہیں لیکن بیشتر موبائلوں میں یہ سہولت موجود نہیں ہے چنانچہ Short Messaging کے لیے انگریزی کے حروف کا سہارا لینا پڑتا ہے اور SMS رومن طریق کار کے مطابق کی جاتی ہے۔ یوں تو زبانوں کے اخذ و قبول کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ ایک زبان نہ صرف دوسری زبانوں کے حروف اور الفاظ کو قبول کرتی ہے بلکہ بعض اوقات دوسری زبان کے محاوروں اور ضرب الامثال کو بھی اپنا حصہ بنا لیتی ہے۔ یہ عمل دھیرے دھیرے اور غیر محسوس طریقے سے سرانجام پاتا ہے۔ لیکن دیکھا جائے تو عالمگیریت کی موجودہ لہر کے زیر اثر اس کی سرعت پذیری میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ دنیا کی زبانیں جس تیزی سے اپنے خد و خال تبدیل کر رہی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس صورتِ حال کا کلائمکس ایک عالمگیر زبان کی ترویج اور اس کے تحت عالمگیر ادب کی تخلیق ہو گی۔

بقول آصف فرخی:

> ”دنیا بھر میں زبانوں کے۔۔۔ رجحانات کا دائرہ چند ایک زبانوں کے اندر دنیا کی اکثر و بیشتر زبانوں کو سمونے پر کار فرما نظر آتا ہے کہ ایک عالمی حیثیت کے لیے ایک عالمی کلچر اور کلچر کی ایک عالمگیر زبان اور ادب کو اس صورت حال سے سمجھوتہ کرتے رہنا ہو گا۔“(۱)

آج سے تیس پینتیس سال قبل دنیا بھر میں ایک زبان رائج کرنے کے حوالے سے اسپرانتو زبان تخلیق کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کچھ عرصہ اس کا بہت شہرہ رہا لیکن بوجوہ یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی اور اپنے بہت سے نقائص اور خامیوں کے سبب اسپرانتو کا تجربہ ناکام رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زبان کوئی مشین نہیں جسے ایجاد کیا جا سکے۔ کوئی بھی میکانکی عمل زبان کی تخلیق یا تشکیل میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ زبان تو صدیوں کے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ماحول اور کئی فطری عوامل اس سلسلے میں کار فرما ہوتے ہیں تو زبان کا ہیولہ وجود میں آتا ہے اور ایک طویل اور صبر آزما عمل کے بعد آہستہ آہستہ زبان کے خد و خال نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ چاہے عالمگیریت کا ایک تیز رفتار عمل ہی کیوں نہ ہو، زبان اپنے فطری بہاؤ ہی میں پھلتی پھولتی، اپنا رخ متعین کرتی اور اپنا وجود تشکیل دیتی ہے۔

عالمگیریت کے زیر اثر ایسا تو ممکن نہیں ہو سکا کہ اردو زبان کا بنیادی ڈھانچہ ہی تبدیل ہو گیا ہو تاہم اس کے بعض شعبوں مثلاً رسم الخط، صرف و نحو اور اصطلاحات کے ضمن میں بعض تبدیلیاں ضرور واقع ہوئی ہیں۔ رسم الخط کے سلسلہ میں جو اہم تبدیلی سامنے آئی اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے بڑے طبقے کو، جس میں خصوصیت سے نوجوان شامل ہیں، فارسی رسم الخط کی بجائے لاطینی، رومن یا انگریزی رسم الخط سے شناسا کیا۔ ایک زمانے میں پاکستان میں ایک تحریک چلی تھی جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ چونکہ مغربی اور مشرقی پاکستان کی قومی زبانیں مختلف ہیں لہٰذا ملک کے دونوں حصوں میں ذہنی اشتراک پیدا کرنے کے لیے ایک ایسا رسم الخط متعارف کروایا جائے جسے ملک کے دونوں حصوں کے لوگ سہولت سے اختیار کر سکیں۔ چونکہ اردو زبان فارسی رسم الخط میں بھی اور بنگالی زبان کو دیوناگری رسم الخط میں لکھا جاتا تھا لہٰذا ذہنی اور قلبی سطح پر دونوں حصوں کے عوام کے درمیان فاصلہ حائل تھا۔ تجویز یہ تھی کہ دنیا میں انگریزی کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو سامنے رکھتے ہوئے انگریزی حروفِ تہجی پر مشتمل رومن رسم الخط اختیار کیا جائے۔ اس تجویز کو اس زمانے میں ملک کے مقتدر حلقوں کی حمایت حاصل تھی۔ لیکن دونوں حصوں کے ادباء، عوام اور دانشوروں نے اس تجویز کو رد کر دیا کیونکہ اس سے ہماری تہذیبی شناخت پر زد پڑتی تھی لیکن عجیب بات ہے کہ پچاس سال بعد زبان کی تبدیلی کا وہی فارمولا ایک غیر محسوس طریقے سے نہ صرف کامیابی سے ہمارے معمولات کا حصہ بن گیا ہے بلکہ اس کے بغیر ہمیں اپنی ہی زبان ادھوری نظر آتی ہے۔ موبائل فون پر پیغام رسانی اور انٹرنیٹ پر ای میل کے لیے اسی رسم الخط کا استعمال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اگر کوئی اردو کے اصل فارسی رسم الخط میں پیغام بھیجتا ہے تو ہمارے نوجوان اسے پڑھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں جتنے بھی الیکٹرانک آلات دستیاب ہیں ان میں اردو یا فارسی رسم الخط کے لیے کلیدی تختہ یعنی Keypad کی سہولت میسر ہے یہاں تک کہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے عربی زبان بھی چونکہ ہمارے استعمال میں رہتی ہے اس لیے اس کا Keypad بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود بیشتر لوگ رومن رسم الخط ہی استعمال کرتے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہم اس نہج پر بھی پہنچ گئے ہیں جہاں اردو زبان کو رومن رسم الخط میں لکھتے ہوئے بھی مختصر سے مختصر کیا جا رہا ہے۔ انگریزی حروف تہجی کی آوازوں سے محض ایک حرف چن کر کافی سمجھا جاتا ہے پورا لفظ تحریر کرنے کی بجائے ایک حرف کی آواز ہی سے مقصد پورا کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی میں Yes لکھنے اور اردو میں ہاں لکھنے کی بجائے صرف

انگریزی کا ایک حرف g ہی کافی ہے۔ اسی طرح You لکھنے کی بجائے انگریزی حرف U ہی کافی ہے۔ کیوں لکھنا ہو تو چار حرف جمع کرنے کی بجائے انگریزی کے Q کو ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ کہاں تک تفصیل بیان کی جائے یہ تو ایسا سلسلہ ہے جو بڑی آہستگی کے ساتھ ہمارے مزاج اور ہماری فطرت میں سرایت کرتا جارہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی قوم کی زبان اس کی تہذیب کی نشانی ہوتی ہے۔ آج ہم ادب پڑھاتے ہوئے دلی اور لکھنو کی زبان کا ذکر کرتے ہیں اور ان زبانوں کے تناظر میں دلی اور لکھنو کی تہذیبوں کا موازنہ کرتے ہیں لیکن کوئی بتا سکے گا کہ آج عالمگیریت نے ہمیں جس زبان پر لگا دیا ہے اس سے ہماری تہذیب کا کون سا پہلو روشن ہوتا ہے اور ہم کس تہذیب کے ترجمان ہیں؟ اب تو ہم اس دور میں داخل ہو رہے ہیں جب ہمارا ادب اور شاعری بھی اسی زبان میں تخلیق کی جائے گی اور شائد اس سے اگلے مرحلے میں ہم وہ زبان استعمال کر رہے ہوں گے جسے اشاروں کی زبان کہا جاتا ہے۔

رسم الخط کے بعد اردو زبان میں صرفی اور نحوی تبدیلیوں کا عمل بھی جاری رہے۔ یوں تو کسی زبان کے الفاظ، افعال اور اسماء کے شامل ہونے سے اس کی لغت میں اضافہ ہوتا اور اس میں وسعت آتی ہے لیکن اس کے ڈھانچے یا ہیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ زبان میں تبدیلی اس وقت آتی ہے جب بقول ڈاکٹر محمد عرفان احسن پاشا:

> "اس کی گرامر اور قواعد یا اس کے استعمال کے اصولوں اور اس کی صرف و نحو اور اس کی تکنیک اور اس کے افعال میں تبدیلی آتی ہے۔ یہ وہ عوامل ہیں جو کسی زبان میں فقروں کے در و بست کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ دیگر زبانوں کے ورود سے اردو زبان میں بناوٹ کی سطح پر بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں جس سے اردو زبان کا ڈھانچہ بدلا ہے اور بدل رہا ہے۔" (۲)

چنانچہ اب ہم ایسے فقرے بھی سنتے ہیں جس سے انگریزی اور اردو افعال کے اختلاط سے ایک نیا فعل تخلیق کر لیا جاتا ہے جیسے ڈیلیٹ کرنا، بور ہونا، چینج کرنا، ٹیلی فون کرنا وغیرہ۔ یہ محض افعال کے استعمال ہی پر منحصر نہیں ہم نے تو زبان کو ایک مخلوط زبان میں تبدیل کر لیا ہے۔ ہمارے اساتذہ کی لکھی ہوئی زبان ایک خاص شان اور شکوہ رکھتی تھی۔ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو ہماری زبان سے لکھے ہوئے جملے سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتے۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو اور سوشل میڈیا پر جیسی مخلوط زبان پیش کی جارہی ہے وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر نظر آتی ہے۔ اس نوع کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور

ہم میں سے ہر شخص ان سے بخوبی واقف ہے کہ ہم اپنی روز مرہ زبان میں کیسی کیسی تبدیلیاں لے آئے ہیں اور زبان بولتے ہوئے ایسے ایسے مرکبات استعمال کرتے ہیں جو کسی طرح بھی اردو زبان سے لگا نہیں کھاتے۔ لیکن ہمیں اس کا شعوری احساس تک نہیں ہوتا۔ عالمگیریت کے زیر اثر ہماری بول چال کی زبان شدید متاثر ہوئی ہے اور یہ کئی زبانوں کا ایسا ملغوبہ بن گئی ہے جسے چوں چوں کا مربہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے نشریاتی ادارے، جو زبان کی صحت اور صفائی کی علامت تھے، آج ایسی زبان استعمال کر رہے ہیں جو کئی زبانوں کا آمیزہ ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیّر اس زبان کو فنکشنل زبان کا نام دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ایک زمانے میں ریڈیو اور ٹی وی اردو زبان کے مستند الفاظ کے استعمال کی مثال تھے۔ مگر آج وہ بھی زمانے کا چلن دیکھ کر اردو کے ثقافتی کردار کو ترک کر چکے ہیں اور فنکشنل اردو کا بے جا استعمال کر رہے ہیں۔"(۳)

عالمگیریت نے اپنے دیگر اثرات کے علاوہ اردو زبان کو ایسی جدید اصطلاحات استعمال کرنے پر مجبور کر دیا جن میں سے اکثر کو ہم ترجمہ کیے بغیر من و عن استعمال کرتے ہیں۔ بعض اصطلاحات تو ایسی ہیں جنہیں ہم آسانی سے ترجمہ کر کے اردو کے مزاج کے قریب لے آتے ہیں۔ مثلاً گلوبلائزیشن کو ہم عالمگیریت کہہ لیتے ہیں، کری ٹی سزم کو تنقید میں بدل لیتے ہیں، سمبل ازم کو علامت نگاری کہہ لیتے ہیں اسی طرح بعض اور اصطلاحات بھی ہیں جن کے ترجمے میں ہمیں دِقّت پیش نہیں آتی لیکن بعض انگریزی الفاظ مثلاً کمپیوٹر، انٹرنیٹ، سیل فون، ویب سائٹ وغیرہ کو ہم جوں کا توں استعمال کرتے ہیں۔ دیکھا جائے تو اردو میں انگریزی الفاظ کے استعمال کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ سر سید احمد خان نے جب سی وی لائزیشن (Civilization) کا لفظ استعمال کیا اور اس نوع کے کئی دوسرے الفاظ اپنی اردو تحریروں میں لے آئے تو ان پر کافی اعتراض وارد ہوتے تھے لیکن آج اردو کے ثقہ ادیب بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اُردو زبان میں انگریزی اور دیگر زبانوں کے نفوذ نے اس کے دامن کو ہی وسیع نہیں کیا بلکہ زبان کی صرفی اور نحوی ترتیب کو بھی متاثر کیا اور اس کی گرامر کو بھی تبدیل کر دیا۔ اس سے اردو زبان کا حلیہ بدل رہا ہے اور اس کے مسلّمہ قواعد میں رخنہ پڑ رہا ہے۔

چنانچہ ان معروضات کی روشنی میں اگر غور کیا جائے تو ہم بڑی تیزی سے اس سمت کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں زبان سر تا پا عالمگیریت کا چولا پہن لے گی اور ہماری نئی نسل وہ زبان

بولے گی جسے سمجھنے کے لیے ہمارے پاس کوئی لغت نہیں ہو گی۔ یہ درست ہے کہ عالمگیریت عہد جدید کا ایسا جدید تر نظام ہے جس کے تحت دنیا بھر میں یکساں زندگی کی طرف بڑھنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور دنیا کو ایک گلوبل ہَٹ میں تبدیل کرنے کا عمل جاری ہے لیکن یہ سب کچھ جس قیمت پر کیا جا رہا ہے اس میں بے چہرگی اور بے سمتی کے ذریعے ہم اپنی اس پہچان اور شناخت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جس پر ہم بہت فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عالمگیریت کے زیر اثر ہم دنیا سے رابطے میں ضرور کامیاب ہوئے ہیں۔ ہمیں دور دراز کے ملکوں تک رسائی حاصل ہوئی۔ وہاں کے لوگوں کے مزاج، عادات و اطوار اور رسوم و رواج سے واقف ہوئے، رسل و رسائل میں بہت آسانیاں پیدا ہوئیں، یہ سب کچھ اپنی جگہ پر درست لیکن ہم اس عمل میں خود سے کتنا دور ہو گئے ہیں اس کی شائد ہمیں خبر نہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے

حوالہ جات

۱۔ آصف فرخی، خطبہ مشمولہ: تحقیق نامہ، لاہور، شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء، ص ۷۰

۲۔ پاشا، محمد عرفان احسن، ڈاکٹر، اردو ادب پر عالمگیریت کے اثرات، مقالہ: پی ایچ۔ ڈی، لاہور، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ۲۰۱۲ء، ص ۳۷

۳۔ نیّر، ناصر عباس، ڈاکٹر، گلوبلائزیشن اور اُردو، مضمون مشمولہ: پاکستانی اردو، مرتبہ: ڈاکٹر عطش درانی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء، ص ۳۰۳